ڈاکٹر رؤف پاریکھ

پاکستانی زبانیں، تحتی بولیاں اور قومی یکجہتی

Pakistani Languages, Dialects and National Unity

Dr. Rauf Parekh, Assistant Professor, Department of Urdu, University of Karachi.

Abstract:

The regional varieties of a language do not differ only across the borders but also within a region. These varieties differ across the ethnic and sociolinguistic boundaries as well. Urdu is a language that serves as a lingua franca in Pakistan but it does have regional varieties and they portray a unity in diversity. The Pakistani languages, Sindhi, Punjabi, Balochi, and Pushto etc., have exerted their influence on Urdu's regional varieties and have played their role in shaping Urdu's new lexicon.

This paper investigates the geographical and linguistic background of Urdu's different dialects and regional varieties and traces the emergence of new regional varieties of Urdu. With an emphasis on the origin and development of Urdu's dialects, this research paper traces the impact of Urdu's regional varieties on the national unity. It also surveys the ways in which the other Pakistani languages have influenced the emergence of a new Urdu lexicon.

اس مقالے میں تحتی بولی یعنی ڈائیلیکٹ (Dialect) سے مراد علاقائی تحتی بولی (Regional Dialect) ہے۔ اس مقالے میں ہم اُردو کی علاقائی تحتی بولیوں کا جائزہ تاریخی اور جغرافیائی تناظر میں لیں گے اور یہ دیکھیں گے کہ پاکستانی زبانیں کس طرح اُردو زبان کی نئی صورت گری میں اپنا کردار ادا کر رہی ہیں اور اُردو کی ان نئی شکلوں سے قومی یکجہتی پر کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔

۱۔ علاقائی تحتی بولی یا ڈائیلیکٹ (Dialect) کیا ہے؟

میسور کے مسلمان جب آپس میں روانی سے اُردو میں بات چیت کرتے ہیں تو شمالی ہند کے اُردو جاننے والوں کے پلے کچھ نہیں پڑتا اور انھیں ایسا لگتا ہے کہ وہ اُردو میں نہیں بلکہ اپنی مقامی زبان کنڑ میں بات کر رہے ہوں۔[۱] میسور والوں کی اُردو جو شمالی ہند والوں کی اُردو سے خاصی مختلف معلوم ہوتی ہے دراصل اُردو کا ایک ڈائیلیکٹ، علاقائی روپ یا اُردو کی علاقائی تحتی بولی ہے۔ یہ اُردو کی ایک ذیلی شاخ ہے جس کے بولنے والوں کو آپس میں تو کسی لسانی اختلاف کا احساس نہیں ہوتا لیکن دوسرے علاقوں کے اُردو بولنے والوں کے لیے یہ ایک الگ طرح کی اُردو یا اُردو کی علاقائی بولی ہے۔ ڈائیلیکٹ یا تحتی بولی کی تعریف یہی بیان کی گئی ہے کہ یہ کسی زبان کی وہ شاخ ہے جس کے بولنے والوں کو آپس میں کسی لسانی اختلاف کا احساس نہیں ہوتا۔[۲]

لیکن حقیقت یہ ہے کہ لسانیات کی رو سے زبان اور بولی کی تعریف کا تعین اور ان میں تفریق کرنا اتنا آسان نہیں ہے کیوں کہ بعض اوقات دو زبانوں یا دو بولیوں کی سرحدیں اس طرح ملی ہوتی ہیں کہ ایک علاقے کی زبان یا بولی معمولی فرق سے دوسرے علاقوں میں بولی جاتی ہے اور وہاں سے ایک نئی بولی کا خطہ شروع ہو جاتا ہے اور ان میں تکنیکی بنیادوں پر امتیاز قائم کرنا لسانیات کے ماہرین کے لیے بھی پریشان کن مسئلہ ہوتا ہے اور پھر ڈائیلیکٹ کی تعریف اور ڈائیلیکٹوں میں فرق اور امتیاز کے سلسلے میں مختلف نظریات اور مختلف طریقہ ہائے کار پائے جاتے ہیں۔[۳]

علاقائی تحتی بولی کے لیے انگریزی میں رائج لفظ ڈائیلیکٹ Dialect دراصل یونانی زبان سے آیا ہے۔ کلاسیکی دور میں یونانی زبان کی کوئی ایک طے شدہ شکل یا معیار نہ تھا۔ یونان کے مختلف علاقوں کی یونانی زبان کی مختلف شکلیں تھیں جن کے کچھ مشترکہ اصول تھے۔ ان کے نام یونان کے ان مختلف علاقوں کے ناموں پر رکھے گئے تھے جہاں یہ بولی جاتی تھیں اور انھیں ڈائیلیکٹ کہا جاتا تھا۔[۴] بعد میں یہ تحریری شکل میں مخصوص ادبی اصناف کے لیے استعمال کی گئیں۔ گویا اس زمانے میں جسے یونانی زبان کہا جاتا تھا وہ دراصل علاقائی بولیوں کا مجموعہ تھا جو بعد میں ایک مشترک و متحد یونانی زبان کی صورت میں ابھریں اور پھر ان

علاقائی تحتی بولیوں کا الگ وجود ختم ہوگیا۔[۵] یعنی ڈائیلیکٹ ان علاقائی شکلوں اور علاقائی معیاروں میں سے ایک ہوتا ہے جن کے مجموعے کو زبان کہتے ہیں اور انھی علاقائی معیارات میں سے کوئی ڈائیلیکٹ ترقی پا کر معیاری زبان بن جاتا ہے۔[۶] دوسرے لفظوں میں ہر ڈائیلیکٹ ایک زبان ہوتا ہے۔[۷] اور ہر زبان کے ڈائیلیکٹ ہوتے ہیں جن کی مدد ہی سے اس زبان کو صحیح طور پر سمجھا جاتا ہے۔[۸]

دوسرے لفظوں میں دنیا کی ہر زبان کسی نہ کسی زمانے میں ڈائیلیکٹ تھی۔ انگریزی اور جرمن زبانیں تقریباً پانچ صدیوں قبل ایک ہی زبان کی علاقائی تحتی بولیاں تھیں لیکن ان دونوں میں فرق رفتہ رفتہ اتنا بڑھا کہ وہ دونوں ارتقا پا کر دو مکمل اور الگ زبانوں کی صورت میں ڈھل گئیں۔[۹] اسی طرح فرانسیسی زبان دراصل رومانس (Romance) یا رومانی زبانوں[۱۰] کا ایک ڈائیلیکٹ ہے۔[۱۱]

میسور کے اُردو ڈائیلیکٹ جیسی ایک اور مثال ہمیں اطالوی زبان کے سلسلے میں ملتی ہے۔ اطالوی ماہر لسانیات گی لیوپیشی (Guilio Lepschy) نے ایک دل چسپ قصہ ڈائیلیکٹ سے متعلق سنایا ہے۔ ایک روز وہ اپنے شہر وینس میں تیز بارش سے بچنے کے لیے ایک سائبان کے نیچے کھڑا ہوگیا جہاں دو لڑکیاں بھی کھڑی تھیں۔ وہ لڑکیاں کسی ایسی زبان میں بات کر رہی تھیں کہ اس کے پلے کچھ نہیں پڑا۔ اسے یقین تھا کہ وہ لڑکیاں ان زبانوں میں سے کوئی زبان نہیں بول رہیں جن سے وہ واقف تھا، مثلاً رومانی (Romance) [۱۲] یا جرمینک (Germanic) [۱۳] یا سلاوی (Slavic) [۱۴] خاندان کی زبانوں میں سے کوئی زبان بلکہ وہ زبان تو اسے ہند یورپی یعنی انڈو یورپین (Indo-European) [۱۵] زبانوں میں سے بھی کوئی نہیں لگ رہی تھی۔ وہ چونکہ اطالوی تھا لہٰذا اس نے اطالوی زبان ہی میں ان سے پوچھا کہ وہ کون سی زبان بول رہی ہیں۔ وہ لڑکیاں بڑی حیران ہوئیں لیکن فوراً ہی اطالوی زبان میں جواب دیا کہ وہ ایک ایسے علاقے کا ڈائیلیکٹ بول رہی ہیں جو اٹلی کے جنوبی ساحل پر واقع ہے [۱۶] اور ان کا تعلق اسی علاقے سے ہے۔ یہ ان بولیوں میں سے ایک تھی جو پورے اٹلی میں بولی جاتی ہیں [۱۷] اور جن کا ماخذ اور اصل وہی ہے جو تقریباً تین ہزار سال پہلے فرانسیسی، ہسپانوی اور اطالوی کا ماخذ رہا ہے یعنی لاطینی زبان کی مختلف

شکلیں۔ رومانی زبانوں کے ماہرین کے نزدیک یہ اب بھی ایک ڈائیلیکٹ ہی ہے۔ گی لیو اگرچہ وینس ہی کا رہنے والا تھا لیکن وہ اس کا ایک لفظ بھی نہیں سمجھ سکا تھا۔[۱۸]

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر میسور کی اُردو کے ڈائیلیکٹ یا اٹلی کے جنوبی حصوں کے ڈائیلیکٹ کو الگ زبان کیوں نہ تسلیم کر لیا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ زبان وہ ہوتی ہے جس کا ادب ہوتا ہے اور ڈائیلیکٹ بالعموم زبانی استعمال تک محدود ہوتے ہیں، انھیں عام طور لکھا نہیں جاتا۔[۱۹] علاقائی تحتی بولی یا ڈائیلیکٹ کے ضمن میں میسور کی اُردو یا جنوبی اٹلی کی اطالوی کی مثال جو ہم نے اوپر دیکھی وہ ذرا انتہا پسندانہ ہے کیونکہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ہی زبان کی دو علاقائی تحتی بولیوں میں بہت زیادہ فرق نہ ہو اور ان کے بولنے والے ایک دوسرے کی بات سمجھ لیں اگرچہ انھیں اس بات کا احساس رہے کہ مخاطب جو زبان بول رہا ہے وہ ذرا سی مختلف ہے، مثلاً امریکا یا برطانیہ کے اندر ہی انگریزی کے مختلف علاقائی روپ [۲۰] یا آسٹریلیا کی مختلف قسم کی انگریزی۔[۲۱]

کسی ڈائیلیکٹ کے علاقے کا ٹھیک ٹھیک تعین بھی بہت مشکل ہوتا ہے اگرچہ نقشہ بنا کر اس میں مختلف بولیوں کے علاقوں اور ان کی حدود کی نشاندہی کی جا سکتی ہے اور کی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر ہم یہ دیکھنا چاہیں کہ انگلستان میں نارفوک ڈائیلیکٹ (Norfolk Dialect) کس علاقے میں ختم ہوا اور سفوک ڈائیلیکٹ (Suffolk Dialect) کی حدود کہاں سے شروع ہوئیں تو اس کا اندازہ لگانا اتنا آسان نہیں کیونکہ زبان کے علاقائی روپ کی حد بندی جغرافیائی خطوط پر نہیں ہوتی۔[۲۲] بلکہ بعض اوقات دو زبانوں کی سرحدیں بھی اتنی گتھی ہوئی ہوتی ہیں کہ دونوں کے الگ الگ علاقوں کی نشان دہی بہت مشکل ہو جاتی ہے، مثلاً جرمنی اور ہالینڈ کی سرحدوں پر دونوں جانب ایسے ڈائیلیکٹ بولے جاتے ہیں کہ یہ کہنا مشکل ہوتا ہے کہ یہ جرمن زبان ہے یا ڈچ حالانکہ دونوں الگ اور امتیازی خصوصیات کی حامل زبانیں ہیں۔[۲۳]

علاقائی تحتی بولی یا ڈائیلیکٹ کے بارے میں ایک مزے کی بات یہ ہے کہ ہم میں سے اکثر لوگ دوسروں کے بارے میں خیال کرتے ہیں کہ وہ کوئی ڈائیلیکٹ بولتے ہیں یعنی صرف دوسرے ہی زبان کو کسی مخصوص لہجے و تلفظ یا انداز میں برتتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم میں سے ہر شخص کوئی نہ کوئی تحتی بولی یا ڈائیلیکٹ بول رہا ہوتا ہے۔[۲۴] کیونکہ ہر زبان

ڈائیلیکٹوں ہی کا مجموعہ ہوتی ہے اور لسانیاتی طور پر زبان اور ڈائیلیکٹ میں کوئی امتیاز نہیں برتا جاتا۔۲۵ اس کے علاوہ لہجے یعنی Accent کی اصطلاح تو تکنیکی طور پر تلفظ کے ان پہلوؤں کی وضاحت کے لیے استعمال ہوتی ہے جن کا تعلق علاقے یا سماجی طبقے سے ہوتا ہے لیکن ڈائیلیکٹ میں تلفظ کے علاوہ قواعد اور ذخیرۂ الفاظ بھی شامل ہیں۔۲۶ البتہ یہ ضرور ہے کہ کچھ ڈائیلیکٹ ترقی پا کر معیاری زبان (Standard Language) بن جاتے ہیں اور یہ عام طور پر وہ ڈائیلیکٹ ہوتے ہیں جو سیاسی یا ثقافتی طور پر اہمیت اور وقار کے حامل ہوتے ہیں جیسے برطانیہ میں لندن کی انگریزی کا ڈائیلیکٹ اور فرانس میں پیرس کی فرانسیسی کا ڈائیلیکٹ معیاری زبان قرار پایا، لیکن اس کے باوجود ان زبانوں کے دوسرے ڈائیلیکٹ اپنا وجود برقرار رکھے ہوئے ہیں۔۲۷ اس ضمن میں لسانیات کے مجھ جیسے طالب علم کے یاد رکھنے کی بات یہ ہے کہ کوئی بھی ڈائیلیکٹ یا علاقائی تحتی بولی بہتر یا کم تر نہیں ہوتی بلکہ وہ سب ایک ہی زبان کے مختلف روپ ہوتے ہیں۔ یہاں میں میکس وینرخ (Max Weinreich) کا وہ مشہور مقولہ ضرور پیش کروں گا جو ڈائیلیکٹ پر بات کرتے ہوئے بہت سے لوگوں حتیٰ کہ نوم چومسکی نے بھی دہرایا ہے یعنی: A language is a dialect with an army and a navy ۲۸

۲۔ اُردو کی علاقائی تحتی بولیاں

ہر ڈائیلیکٹ کی مزید علاقائی شکلیں یا تحتی روپ ہوتے ہیں جنھیں ذیلی بولی یا سب ڈائیلیکٹ (Sub-dialect) کہتے ہیں۔ ۲۹ پھر بولی کی سب سے پست شکل آتی ہے جسے انگریزی میں Patois (اس کا تلفظ ''پیٹ وا'' کیا جاتا ہے) کہتے ہیں۔ اُردو میں اسے گنواری بولی کا نام دیا گیا ہے۔۳۰ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ بولی کا پست تر روپ ہوتا ہے۔۳۱ لیکن یہ نام غالباً نا مناسب ہے کیونکہ پیٹ وا (Patois) (جو اصلاً فرانسیسی زبان کا لفظ ہے) کے معنی ہیں: ڈائیلیکٹ کی تحتی شکل جو بول چال میں استعمال ہو۔۳۲ اُردو کے بھی ڈائیلیکٹ یا علاقائی تحتی بولیاں موجود ہیں اور ان میں سے بعض کی ذیلی تحتی بولیاں بھی ہیں۔ اُردو کے ڈائیلیکٹ، سب ڈائیلیکٹ اور پیٹ وا کی مثالیں بالخصوص شمالی ہندوستان میں ملتی ہیں۔ ان میں سے کچھ یہ ہیں:

۲ء۱۔ بہار کی بولیاں

بہار کی قابل ذکر بولیوں میں میتھلی، مگھی اور بھوج پوری شامل ہیں۔ میتھلی گنگا کے شمال میں دربھنگہ کے آس پاس بولی جاتی ہے۔۳۳ مگھی کا مرکز پٹنہ اور گیا ہیں۔۳۴ بھوج پوری بہار کے ضلع شاہ آباد کے پرگنہ بھوج پور کے علاوہ یوپی کے بعض دیگر علاقوں خاص کر گورکھ پور اور بنارس کے قریبی علاقوں میں بولی جاتی ہے۔۳۵ بھوج پوری کے لوک گیت بھی موجود ہیں ۳۶ اور اس کی ایک ذیلی بولی کاشکا ہے۔۳۷

۲ء۲۔ شمال مشرقی و شمال مغربی ہندوستان کی بولیاں

مشرقی یعنی پوربی علاقے کی خاص بولیاں یہ ہیں: اودھی، بگھیلی، چھتیس گڑھی۔ اودھی کا ایک نام کوسلی بھی ہے۔۳۸ اودھی کے بھی کئی روپ بیان کیے جاتے ہیں مثلاً پوربی اودھی، پچھمی اودھی اور بیسواڑی اودھی ۳۹ جس کو پہاڑی اودھی بھی کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی اس علاقے میں کئی بولیاں ہیں لیکن عام طور پر رجحان یہ رہا ہے کہ بولیوں کو علاقوں کی بجائے پراکرتوں اور اپ بھرنشوں کے حوالے سے شناخت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ اول تو اُردو کی بولیوں کا ذکر ضمنی طور پر ہی آتا ہے اور وہ بھی اُردو کے آغاز کی بحثوں کے سلسلے میں جس کے نتیجے میں اُردو کی بولیوں کا ذکر پراکرتوں اور ان کی اصل کی بحثوں میں الجھ جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک ان علاقوں (شمال مشرقی اور شمال مغربی ہند اور ملحقہ علاقے) کی بعض بولیاں مثلاً برج بھاشا، بندیلی، قنوجی، کھڑی بولی اور ہریانی مغربی ہندی سے نکلی ہیں۔۴۰ پھر خود کھڑی بولی اور مشرقی ہندی اور مغربی ہندی کہاں سے نکلی تھیں اس ضمن میں بھی مباحث ہیں۔ جبکہ کچھ کے نزدیک مشرقی اور مغربی ہندی کا کوئی وجود نہیں تھا مثلاً شوکت سبزواری مغربی ہندی کو ''ایک طرح کی ذہنی تجرید اور منطقی اپج'' قرار دیتے ہیں ۴۱ نیز وہ اسے ''فرضی اور خیالی زبان'' بھی کہتے ہیں۔ ۴۲ ڈاکٹر عبدالودود بھی ان سے اتفاق کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ مشرقی اور مغربی ہندی کا تصور گریرسن کی ''ذہنی اپج'' ہے، اس کی تقسیم بہت غلط اور غیر سائنٹفک ہے اور یہ گمان گزرتا ہے کہ یہ بولیاں (اودھی، چھتیس گڑھی، بندیلی، قنوجی اور برج بھاشا وغیرہ) مشرقی ہندی کی شاخیں ہیں۔ ۴۳ بقول ان کے یہ بولیاں تھیں بلکہ بولیوں کے مجموعے کو گریرسن نے یہ نام دے دیا تھا۔۴۴

اسی طرح کھڑی بولی کے نام اور اس کی تفصیلات کے بارے میں بھی ابہام پایا جاتا ہے اور ایک خیال یہ ہے کہ جو بولی دلی اور آگرے کے گرد و نواح میں بولی جاتی تھی اسے جان گلکرسٹ کے اشارے پر فورٹ ولیم کالج کے قلم کاروں نے یہ نام دیا تھا اور ہندی کے قلم کاروں نے اُردو پر ہندی کی فضیلت اور قدامت کو ثابت کرنے کے لیے طرح طرح کی موشگافیاں کھڑی بولی کے نام پر کی ہیں[۴۵] اور یہ کہ کھڑی بولی دراصل کوروی بولی ہے۔[۴۶]
بہرحال، ان مباحث سے قطع نظر، اس علاقے میں اُردو کی جو بولیاں وجود رکھتی ہیں وہ یہ ہیں: قنوجی، بندیلی یا بندیل کھنڈی، روہیلی یا روہیل کھنڈی ، اودھی اور اس کی ذیلی بولیاں (پوربی اودھی، پچھمی اودھی اور پہاڑی اودھی جس کو بیسواڑی اودھی بھی کہتے ہیں)، بھوج پوری [۴۷](اور اس کی ذیلی بولی کاشکا)، کمایونی، ہریانی (جاٹو یا بانگڑو) ، کوروی (اور اس کی ذیلی بولیاں گوجری اور میواتی)۔

۲ء۳۔ راجستھان کی بولیاں

البتہ میواتی کے بارے میں ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ راجستھانی کی ایک شاخ ہے۔[۴۸] راجستھانی بھی اُردو کا ایک ڈائیلیکٹ ہے اور اس کی ذیلی بولیاں یا سب ڈائیلیکٹ بھی ہیں جنھیں جان بیمز نے ''راجپوتانہ کے راجپوت ڈائلیکٹس'' یا راجپوتی بولیاں لکھا ہے۔[۴۹] ان میں سے ایک مارواڑی ہے جو جودھ پور، جیسلمیر، بیکانیر، اجمیر، جے پور اور پالن پور وغیرہ میں بولی جاتی ہے اور اس کی بھی کئی شکلیں ہیں۔[۵۰] اسے ناگری کی بگڑی ہوئی شکل میں لکھا بھی جاتا ہے۔[۵۱] ڈاکٹر داؤد پوتا مرحوم کے مارواڑی دوہوں کے قلمی نسخے کی بھی اطلاع ہے[۵۲] راجستھانی کی دوسری بولی ڈھونڈھاری ہے جو شیخاوٹی، جے پور، لاو، کشن گڑھ اور ٹونک کے کچھ حصوں اور اجمیر اور میواڑ کے شمالی علاقوں میں بولی جاتی ہے اور اس کی بھی کئی شاخیں ہیں [۵۳] مالوی مالوہ کے علاقے اور میواڑ کے درمیانی حصے میں بھی بولی جاتی ہے اور اس کی بھی کئی شکلیں ہیں [۵۴] میواتی بولی الور، بھرت پور کے شمالی و جنوبی حصوں کے علاوہ دہلی کے جنوبی علاقے گڑگاؤں میں بھی بولی جاتی ہے [۵۵] اور اسی لیے میواتی کے علاقے کے بارے میں دو مختلف آراء پائی جاتی ہیں۔

راجستھان میں میواڑ کے جنوبی اور سونتھ کے شمالی علاقوں کی بولی کو واگری یا باگڑی کہتے ہیں۔ واگر دراصل بانسوارہ اور ڈونگر پور کا قدیم نام ہے [۵۶] ایک رائے یہ بھی ہے کہ شیخاوٹی کے مضافات میں جو بولی رائج ہے اس کا نام شیخاوٹی ہے مگر اسے باگری یا باگڑی بھی کہتے ہیں۔[۵۷] راجستھان کی ایک اہم بولی ڈھاٹکی یا تھری ہے جو سندھ اور پنجاب کے بعض علاقوں میں رائج ہے۔[۵۸] جغرافیائی قربت کے سبب اس کا مارواڑی سے گہرا تعلق ہے اور اس پر سندھی کا بھی کچھ اثر ہے۔ بلکہ اسے سندھی کا ڈائیلیکٹ بھی کہا جاتا ہے۔[۵۹] سندھ کے کچھ مسلمان قبیلے راجستھان میں آباد ہو گئے تھے جنھیں راجستھان میں سرائی کہا جاتا ہے۔ ڈھاٹکی یا تھری ان سوڈھوں، راناؤں اور سلاوٹوں کی بھی بولی ہے جو کوئی ڈیڑھ سو سال قبل راجستھان سے ہجرت کر کے سندھ میں حیدرآباد اور سکھر کے قریب اور پنجاب کے بعض علاقوں میں آباد ہو گئے تھے۔[۶۰] سلاوٹ مسلمان سنگ تراش تھے۔ رحیم یار خان کے علاقے ٹبی لاراں دی میں اور سکھر کے قریبی دیہات میں اس بولی کے بولنے والے مقیم ہیں۔[۶۱] اگرچہ راجستھانی بولی کی ذیلی بولیوں میں باہم فرق کچھ زیادہ نہیں لیکن بہرحال ان کے ذخیرۂ الفاظ اور قواعد میں کچھ نہ کچھ فرق ضرور ہے۔[۶۲]
اُردو کے ڈائیلیکٹوں اور سب ڈائیلیکٹوں کا ایسا لسانی نقشہ نہیں ملتا جیسا کہ انگریزی اور دوسری مغربی زبانوں کا جس میں باقاعدہ مقررہ نشانات کے ذریعے زبانوں اور بولیوں کے علاقوں کی نشان دہی کی جاتی ہے اور جسے Dialec Map یا Atlas کہا جاتا ہے اور جن پر خط لسانی تفریق (Isogloss) کے ذریعے بولیوں کی حدود کی واضح کیا جاتا ہے۔ جو نقشے کچھ اُردو کتابوں میں ملتے ہیں وہ تفصیلی نہیں ہیں۔ اظہر علی فاروقی نے اپنی کتاب ''اتر پردیش کے لوک گیت'' میں اُردو کی بولیوں کے کچھ نقشے دیے ہیں اگرچہ ان میں ویسی باریکیاں اور تفصیلات نہیں ہیں جیسی مغرب کے لسانی نقشہ نویسوں کے ہاں ملتی ہیں لیکن یہ بہت غنیمت ہیں۔

۲ء۴۔ اُردو کی بولیوں کے فرق

جنوبی ایشیا کی بولیوں، زبانوں اور لسانی گروہوں کا ایک اٹلس رولینڈ جے۔ ایل بریٹن (Roland J.-L. Breton) نے اٹھارہ سال کی تحقیق کے بعد شائع کیا۔ یہ فرانسیسی میں تھا اور اس نے مزید تحقیق کر کے اسے انگریزی میں بھی شائع کیا۔ اس میں خاصی تفصیلات ملتی ہیں۔[۶۳]

اُردو کی علاقائی تحتی بولیوں کی اصل کا کھوج لگانے کی کوشش کی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ اُردو کی اصل شورسینی اپ بھرنش ہے جو شورسینی پراکرت سے بنی تھی۔۶۴ شورسینی پراکرت پانچویں اور دسویں صدی عیسوی کے درمیان سندھ، پنجاب، یوپی اور راجستھان کے مختلف اضلاع میں بولی جاتی تھی۔۶۵ اس کی جانشین بولیاں اتنی مختلف ہیں کہ ایک دوسرے کو پہچانتی بھی نہیں۔۶۶ پھر اُردو نے اپنی ابتدا اور تشکیل کے زمانے میں کئی مختلف قسم کی بولیوں اور زبانوں سے اثرات قبول کیے، دکن میں وہ گجراتی ۶۷ اور مرہٹی سے متاثر ہوئی، پنجاب میں پنجابی سے، سندھ میں سندھی سے، بنگال و بہار میں بنگالی اور بہاری سے اور لکھنو میں اودھی سے۔۶۸ جس طرح امریکی انگریزی اور برطانوی انگریزی کے مختلف تلفظ سن کر وہاں کے قدیمی باشندے بعض بولنے والوں کا علاقہ ٹھیک ٹھیک بتا دیتے ہیں اسی طرح اُردو کی علاقائی تحتی بولیوں میں جو معمولی فرق ہیں ان کو ان کے علاقوں اور آس پاس کے علاقوں کے لوگ بخوبی سمجھتے ہیں حالانکہ یہ فرق بعض صورتوں میں زیادہ نہیں ہوتا۔ مثلاً سہارن پور کی بولی میں درمیانی نون غنے کے اعلان کا رجحان ہے اور وہاں قینچی (قیں چی) کو قینچی (قین چی) بول دیتے ہیں۔ ۶۹ بجنور میں طویل مصوتوں کے بعد آنے والے مصمتے کو نیم مشدد کر دیا جاتا ہے مثلاً آگے کو ''آگّے'' اور بولی کو ''بولّی''۔۷۰ مرادآباد میں بعض الفاظ ایسے بولے جاتے ہیں جن سے آس پاس کے علاقوں کے لوگ ناواقف ہیں، مثال کے طور پر وہاں امرود کو صفری کہا جاتا ہے۔۷۱

ہر بولی کی طرح برج بھاشا کے مختلف علاقوں میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے جو محض لب و لہجے پر منحصر ہے۔۷۲ متھرا، مغربی آگرہ اور علی گڑھ کے شمالی حصے اور بلند شہر کی برج بولی پر کھڑی بولی اپنا اثر ڈالنے لگتی ہے اور برج کا ''اَوٗ'' بدل کر ''او'' ہو جاتا ہے اور ''چلی اَوٗ'' بدل کر ''چلی او'' ہو جاتا ہے۔۷۳ ایٹہ، مین پوری، بلند شہر اور یوپی کے باہر دھول پور، کرولی اور گوالیار کے آس پاس معیاری برج بھاشا ہونے کے باوجود ''چلی اَوٗ'' بالکل ''چلو'' میں بدل جاتا ہے۔۷۴ گوڑ گاؤں کی بولی پر جغرافیائی قرب کی وجہ سے میواتی لب و لہجہ غالب آ جاتا ہے اور وہاں کے لوک گیتوں کو سمجھنے میں یوپی والوں کو بڑی دقت ہوتی ہے۔۷۵

زبان کا علاقہ جتنا بڑا ہوگا اتنی ہی اس میں بولیاں زیادہ ہوں گی۔۷۶ اُردو چونکہ ایک بہت بڑے علاقے میں بولی جاتی تھی اور بولی جاتی ہے اسی لیے اس کی بولیوں اور علاقائی شکلوں کی کثرت ہے۔

۳۔ اُردو کے علاقائی روپ

تحتی بولیوں کے علاوہ زبان میں ایک اور چیز زبان کا علاقائی تنوع یا مقامی روپ ہوتا ہے۔ معیاری زبان اپنے مرکزی علاقے سے ہٹ کر دوسرے علاقوں میں مجلسی اور تہذیبی زبان کے طور پر استعمال ہوتی ہے، یا کاروباری، سیاسی یا مذہبی وجوہ کی بنا پر دوسری زبان کے علاقے میں پہنچ جاتی ہے۔ وہاں کے لوگ اسے اپنی مادری زبان کے ساتھ ملا کر بولنے اور لکھنے پڑھنے لگتے ہیں اور وہاں مقامی اثرات کے نتیجے میں کچھ مقامی خصوصیات پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس ملواں زبان کو سفر کرنے والی زبان کا مقامی محاورہ یا علاقائی روپ کہنا چاہیے۔۷۷ انگریزی میں اسے Regional Variation یا Regional Variety کا نام دیا جاتا ہے۔ اُردو میں اس کے لیے کوئی باقاعدہ اصطلاح استعمال نہیں ہوتی۔ اسے ہم علاقائی روپ کہہ سکتے ہیں۔

انگریزی کی کئی علاقائی روپ (Regional Variations) ہیں۔ مثلاً انڈین انگلش یا ساؤتھ افریقن انگلش وغیرہ۔ ۷۸ ''سبک ہندی'' ایرانی فارسی کا ہندوستانی روپ ہے۔ اسی طرح اُردو نے بھی برعظیم پاک و ہند کے مختلف علاقوں، بڑے شہروں اور صوبوں کی زبانوں پر اثرات ڈالے اور خود بھی ان سے متاثر ہوئی اور اُردو کے علاقائی روپ (Regional Varieties) پیدا ہوئے۔ مثلاً بمبیا اُردو، بھوپالی اُردو، آگرے کی اُردو، دہلوی اُردو، لاہوری اُردو اور حیدرآبادی یا دکنی اُردو ہماری زبان کی مقامی شکلیں یا علاقائی روپ ہیں جو مقامی زبانوں کے ساتھ اُردو کے ملنے سے بنے ہیں[۷۹]۔

اُردو کی ان علاقائی شکلوں کی اپنی الگ الگ خصوصیات ہیں جن پر خاصا لکھا گیا ہے۔ بھوپالی اُردو، ۸۰ کلکتیا اُردو یعنی کلکتے کی اُردو[۸۱]، بمبیا اُردو یعنی بمبئی کی اُردو، ۸۲ پونے کی اُردو، ۸۳ سورجاپوری اُردو، ۸۴ دکنی اُردو ۸۵ اور کشمیری اُردو ۸۶ کی خصوصیات پر یا مضامین لکھے گئے ہیں یا لسانیات اور اُردو لسانیات پر لکھی گئی متعدد کتابوں میں ان کا ذکر ملتا ہے۔ بلکہ بھوپال ۸۷، بہار ۸۸ اور رام پور ۸۹ کی اُردو کی لغات بھی ترتیب دی گئی ہیں۔ سہیل بخاری نے ڈھاکے کی اُردو، پشاور کی اُردو، اور لاہور کی اُردو کے دل چسپ نمونے دیے ہیں۔۹۰

۴۔ زبان اور قومی یک جہتی

اُردو کی علاقائی شکلوں کے بارے میں سب سے پہلے انشاء اللہ خاں انشاء نے لکھا۔ لیکن ان کا رویہ بھی وہی ہے جو ان سے پہلے سراج الدین خان آرزو کا رہا ہے یعنی اعلیٰ طبقے کی اُردو کو صحیح سمجھنا اور دہلی کے مختلف طبقات بالخصوص پنجابیوں، افغانوں اور کشمیریوں کی اُردو کو تمسخر کا نشانہ بنانا۔[۹۱] مقامی اور طبقاتی بولیوں کے بارے میں اہل علم اور اہل قلم کی اس حقارت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ اُردو کے شیدائیوں میں یوپی اور پنجاب کا جھگڑا بھی دراصل زبان کے مقامی تغیرات اور علاقائی شکلوں کی خصوصیات کو نظر انداز کر دینے ہی کا نتیجہ ہے۔[۹۲] حالانکہ زبان ہمیشہ تغیرات سے دوچار رہتی ہے اور اسی میں زبان کی حیات کا راز پوشیدہ ہے۔ اور پھر زبان ذات پات، علاقے، صوبے، قوم اور نسل کے امتیاز سے بے نیاز ہوتی ہے۔ جو اسے بولتا ہے وہ اسی کی ہو جاتی ہے۔ جو زیادہ صحت اور اور فصاحت کے ساتھ لکھتا اور بولتا ہے وہی زبان دان اور اہل زبان کہلانے کا مستحق ہے خواہ اس کا تعلق کسی علاقے، کسی صوبے، کسی ملک سے ہو۔[۹۳] اور یہ بات اُردو کے بارے میں اس سے کہیں زیادہ صحیح ہے جتنی کسی اور زبان کے بارے میں کیونکہ اُردو ایک بہت وسیع و عریض علاقے میں بولی جاتی تھی اور بولی جاتی ہے اور اس کی تشکیل میں کئی مقامی اور علاقائی بولیوں اور پراکرتوں نے حصہ لیا۔ میری ذاتی رائے میں ہر وہ شخص اُردو کا اہل زبان ہے جو اُردو بولتا ہے خواہ وہ اسے کسی علاقائی روپ میں بولتا ہو۔ کیونکہ موجودہ دور میں اُردو ایک لا مرکزیت کا شکار ہے۔ خاص طور پر پاکستان میں اب اس کا کوئی ایک مرکز نہیں نہ یہ کسی ایک علاقے تک محدود ہے۔ اُردو کے روایتی مراکز جو اس کی ٹکسال سمجھے جاتے تھے وہ بھارت میں رہ گئے اور وہاں بھی اب اُردو کا رنگ ڈھنگ وہ نہیں رہا جو نصف صدی قبل تھا۔ اب اُردو کا مرکز صرف دہلی یا لکھنؤ یا حیدر آباد دکن ہی نہیں پشاور، لاہور، کوئٹہ، کراچی اور پاکستان کے تمام علاقے اس کا مرکز ہیں اور اُردو اب خلیجی ممالک خاص کر متحدہ عرب امارات میں بھی بڑے پیمانے پر بولی جاتی ہے اور افغان مہاجرین نے اُردو کو افغانستان بھی پہنچا دیا ہے۔

پاکستان کی دیگر زبانیں بھی زبانوں کے اسی خاندان سے تعلق رکھتی ہیں جس سے اُردو کا تعلق ہے۔ اُردو اور ان زبانوں میں کئی مماثلتیں اور مشابہتیں ہیں اور ان میں کئی عناصر

مشترک ہیں، مثلاً رسم الخط اور الفاظ کا خاصا بڑا ذخیرہ یا مشترک ہے یا ان میں گہری مماثلت ہے۔ لہٰذا اُردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کو باہم اجنبیت کا احساس نہیں ہوتا۔

اُردو اور دیگر پاکستانی زبانوں کا تعلق اور باہمی تعامل دوطرفہ ہے۔ اُردو نے جہاں ان زبانوں کو متاثر کیا ہے وہاں ان زبانوں سے متاثر بھی ہوئی ہے۔ اُردو دوسری پاکستانی زبانوں کے محل وقوع میں آباد ہے اور دوسری پاکستانی زبانیں اُردو کے افق پر اپنا مزاج تلاش کرتی ہیں قوم اُردو کے ذریعے اس علاقے سے اپنا رابطہ مستحکم کرتی ہے اور علاقہ اُردو کے توسط سے قوم میں جذب ہوتا ہے۔[۹۴] یہی تنوع کثرت میں وحدت (Unity in Diversity) کا سماں پیدا کرتا ہے۔

۵۔ پاکستانی اُردو

ہر زندہ اور متحرک زبان تبدیل ہوتی رہتی ہے اور اسے تبدیل ہوتے رہنا چاہیے تا کہ یہ زندہ رہے۔ زبان کو زندہ رکھنے والی چیزوں میں سے ایک عوام سے رابطہ ہے۔ جب زبان کا تعلق عوام سے منقطع ہونے لگتا ہے تو وہ مرنے لگتی ہے۔[۹۵] ہندوستان کی اکثر زبانوں کے ساتھ یہی ہوا کہ نحویوں نے جب زبانوں کو قواعد اور ضوابط کی جکڑ بندیوں سے مقید کرنا شروع کیا تو وہ کتابوں تک محدود ہو گئیں اور ان میں انحطاط پیدا ہونے لگا اور وہ کچھ عرصے کے بعد مر گئیں۔[۹۶]

اُردو بھی پاکستان میں تبدیلی کے فطری عمل سے گزری اور گزرتی رہے گی۔ پاکستان کے تمام علاقوں میں اُردو بولی جاتی ہے اور وہاں کی مقامی زبانوں اور بولیوں کے اثرات اس پر پڑنے لازمی تھے۔ اس کے علاوہ پاکستان میں اُردو کے لکھنے والے اکثر و بیشتر اپنی مادری اور مقامی زبانیں بولتے ہیں۔ ان کی تحریروں میں بھی یہ اثرات جھلک کر اُردو کو ایک نیا اور انوکھا رنگ دیتے ہیں۔ یہ عمل اُردو کو عوام سے قریب تر کرتا ہے اور اُردو کی زندگی کا ضامن ہے۔ مثال کے طور پر بلوچوں نے اُردو کو اپنی زبان کے مطابق ڈھالنا شروع کیا۔[۹۷] لاہوری اُردو کی طرح کوئٹہ (بلوچستان) کی اُردو اپنا ایک الگ اور منفرد رنگ اور مقامی الفاظ و محاورے رکھتی ہے۔[۹۸] پنجابی زبان کے اثرات اُردو پر نمایاں ہیں۔ اور یہ اثرات صرف ذخیرۂ الفاظ و

محاورات تک ہی محدود نہیں بلکہ اُردو کی صرف ونحو بھی اس سے متاثر ہورہی ہے۔ اس کی ایک مثال ''میں نے جانا ہے'' جیسے جملوں کا اُردو تقریر اور تحریر میں بے دریغ استعمال ہے۔ یہ استعمال صرف اخبار کی خبروں اور کالموں تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اُردو کی ادبی تخلیقات میں اور بڑے لکھنے والوں کے ہاں بھی یہ تصرف ملتا ہے۔ کل تک اسے سراسر غلط کہا جاتا تھا۔ اب یہ کراچی میں بھی سنائی دیتا ہے اور آج ہم اسے ''غلط العام فصیح'' کے کھاتے میں ڈال دیتے ہیں۔ تیس چالیس سال بعد غالباً یہ درست مانا جائے گا کیونکہ زبانیں اسی طرح تغیرات سے گزرتی ہیں اور صرف سو سال کے عرصے میں کچھ سے کچھ ہو جاتی ہیں۔

اُردو کے پاکستانی تخلیق کار مقامی زبانوں کے الفاظ اُردو میں بعض اوقات اس طرح کھپاتے ہیں کہ وہ واقعی ناگزیر محسوس ہوتے ہیں۔ ۹۹ نئے معاشرتی حالات اور نئے مسائل سے نئے الفاظ ومحاورات اور نئے پیرائے جنم لیتے ہیں اور ثقافت کا رخ نئی سمت میں متعین کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ قوم کی زبان بھی اسی لحاظ سے بدلتی ہے اور وقت کے نئے تقاضوں کو بیان کرنے کی صلاحیت پیدا کرتی ہیں۔ ۱۰۰ اُردو بھی بدلتے دور کے نئے تقاضوں سے ہم آہنگ ہورہی ہے اور پاکستانی زبانوں کو نہ صرف بہت کچھ دے رہی ہے بلکہ ان سے بہت کچھ لے بھی رہی ہے۔ یہ ایک نئی پاکستانی اُردو ہے جو پاکستان کی قومی یکجہتی اور سیاسی اور علاقائی اتحاد کی علامت ہے۔

حوالے اور حواشی

۱۔ گیان چند، ''عام لسانیات''، ص ۵۹۔

۲۔ ایضاً، ص ۶۴۔

۳۔ تفصیلات: شپیرو، مائیکل۔ سی اور شف مین، ہیرلڈ۔ ایف، (Shapiro, Michael C & Schiffman,Harold F.)، 'Language and society in South Asia'، ص ۱۶ و بعدہ۔

۴۔ ہوجن، ای، (Haugen, E) 'Dialect, language, nation', in 'Sociolinguistics' edited by Pride & Holmes، مرتبہ پرائڈ اور ہومز، ص ۹۸۔

۵۔ ایضاً۔

۶۔ محولہ بالا، ص ۹۹۔

۷۔ ہوجن، محولہ بالا؛ نیز فنیگن، ایڈورڈ، (Finegan, Edward) 'Language: its structure and use' ص ۳۷۱۔

۸۔ فنیگن، (Finegan)، ص ۳۷۱۔

۹۔ میتھیوز، پی۔ ایچ، (Matthews, P.H.), 'Linguistics: A very short introduction'، ص ۲۹، ۳۰، ۳۷۔

۱۰۔ Romance یا رومانس یا رومانی زبانیں دراصل انڈو یورپین یا ہندیورپی زبانوں کا ایک گروہ ہے جو لاطینی سے نکلی ہیں، ان میں فرانسیسی کے علاوہ ہسپانوی، پرتگالی اطالوی، رومانین (رومانوی، رومانیہ کی زبان) (Romanian)، قیطلونی یا قشتالی (ہسپانیہ کے علاقے قشتالیہ کی زبان) (Catalan) اور Occitan (ازمنہ وسطیٰ میں جنوبی فرانس کی ایک علاقے کی زبان) بھی شامل ہیں۔

۱۱۔ ہوجن، ص ۹۸۔

۱۲۔ رومانی زبانوں کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ ۱۰۔

۱۳۔ جرمینک (Germanic) ہندیورپی زبانوں کی ایک شاخ ہے جس میں انگریزی، جرمن، ڈچ، فریسین (Frisian) (ہالینڈ کے ایک علاقے کی زبان) اور اسکینڈے نیویائی زبانیں شامل ہیں۔

۱۴۔ سلاوی یا سلاوک (Slavic) بھی ہندیورپی زبانوں کی ایک شاخ ہے جس میں روسی، پولستانی (پولینڈ کی زبان، پولش)، بلغاروی، چیک اور سربی۔ کروشیائی زبانیں شامل ہیں۔

۱۵۔ ہندیورپی یا انڈو یورپین (Indo-European) زبانوں کا خاندان ہے جس میں شامل زبانیں یورپ کے بیشتر حصے اور ایشیا میں بھی بولی جاتی ہیں۔ یہاں تک کہ شمالی ہندوستان میں بولی جانے والی بیشتر زبانیں، بشمول اُردو، اسی کا حصہ ہیں۔

۱۶۔ میتھیوز نے لکھا ہے کہ اس علاقے کا نام Roseto degli Abruzzi, ص ۷۷۔

۱۷۔ میتھیوز، ص ۷۷۔

۱۸۔ ایضاً۔

۱۹۔ ایضاً، ص ۷۸۔

۲۰۔ اس کی تفصیلات کئی کتابوں میں ملتی ہیں مثلاً بلوم فیلڈ (Bloomfield) نے اپنی کتاب Language میں معیاری امریکی انگریزی کے تین خطے بتائے ہیں: نیو انگلینڈ (New England)، وسطی مغربی، (Central-western) اور جنوبی (Southern)، اور ان کی مزید ذیلی قسمیں بھی ہیں۔ بقول اس کے معیاری انگریزی بولنے والے علاقوں کے قدیمی باشندے دوسرے لوگوں کی بول چال سن کر اکثر نہایت صحت کے ساتھ بتا سکتے ہیں کہ بولنے والوں کا تعلق کن علاقوں سے ہے حالانکہ یہ علاقے جغرافیائی طور پر باہم دیگر زیادہ دور نہیں ہیں (ص ۴۹)۔ بلوم فیلڈ نے جنوبی انگلستان کی انگریزی کے بھی ڈائیلیکٹ بتائے ہیں، مثلاً ولٹ شائر، (Wiltshire)، ڈورسیٹ (Dorset) اور ڈون (Devon)۔ (ص ۳۲۲)۔ نیز انگریزی کے ڈائیلیکٹوں، اسکاٹ لینڈ، آئرلینڈ اور ویلش کی انگریزی کے اختلافات کی تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: کرسٹل، ڈیوڈ، (Crystal, David), The Cambridge enyclopedia of the English language'، ص ۳۱۸۔۳۳۹

۲۱۔ آسٹریلوی انگریزی کی خصوصیات کے لیے: کرسٹل، ڈیوڈ، محولہ بالا،ص ۳۵۰۔۳۵۲

۲۲۔ ٹرجل، پیٹر، (Trudgill, Peter)، 'Sociolinguistics: An introduction to language and society' ص۱۴۔۱۵

۲۳۔ ایضاً،ص ۱۵۔

۲۴۔ یول، جارج، (Yule, George)، ''The Study of language'، ص۱۸۱؛ نیز فنیگن،ص ۵۱،۱۷۱،۳۷۔

۲۵۔ فنیگن،ص۱۷۱،۳۷۔

۲۶۔ یول، ص۱۸۱۔

۲۷۔ ایضاً، ص۱۸۲۔

۲۸۔ بحوالہ چومسکی، نوم، (Chomsko, Noam)، 'New horizons in the study of language and mind' ص ۳۱۔

۲۹۔ گیان چند،''عام لسانیات''،ص ۶۸۔

۳۰۔ ایضاً۔

۳۱۔ محولہ بالا،ص۶۹۔

۳۲۔ میتھیوز،ص۷۹۔

۳۳۔ خان،مسعود حسین، ''مقدمہ تاریخ زبان اُردو''،ص ۴۶؛ نیز اوریینوی، اختر،''بہار میں اُردو زبان و ادب کا ارتقا''،ص۳۷۔۸۷

۳۴۔ ایضاً۔

۳۵۔ ایضاً۔لیکن عہد قدیم میں بھوج پوری کا علاقہ کاشی، مل، مغربی مگدھ اور چھوٹا ناگ پور تک ہی تھا اور سترھویں اور اٹھارھویں صدی میں ماگدھی بولی کے اس روپ کو بولنے والے بھوج پوری کہلائے۔ دیکھیے: فاروقی، اظہر علی،''اتر پردیش کے لوک گیت''،ص۲۱۲۔۲۱۳؛ نیز فاروقی نے اس کے علاقے کی تفصیلات بھی دی ہیں،ص ۲۱۸ و بعدہ۔

۳۶۔ گیتوں کے نمونوں، ذخیرہء الفاظ اور قواعد کی تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: فاروقی، اظہر علی،'اتر پردیش کے لوک گیت''،ص۲۱۹۔۲۴۴۔

۳۷۔ محولہ بالا،ص ۱۴۸۔

۳۸۔ خان،مسعود حسین،''مقدمہ تاریخ زبان اُردو''،ص ۴۷۔

۳۹۔ سندر داس،شیام،بحوالہ فاروقی،ص ۱۷۶۔

۴۰۔ گریرسن بحوالہ خان،مسعود حسین،''مقدمہ تاریخ زبان اُردو''،ص ۵۵۔۶۳

۴۱۔ ''داستان زبان اُردو''ص ۹۶۔

۴۲۔ ''اُردو زبان کا ارتقا''،ص۸۳۔

۴۳۔ ''ہندی سے اُردو تک''،ص ۶۴۔

۴۴۔ ایضاً۔

۴۵۔ فاروقی،ص۱۵۲۔۱۵۳؛ سہیل بخاری اس ضمن میں لکھتے ہیں کہ ہندی والے کھڑی بولی، برج بھاشا، اودھی اور راجستھانی وغیرہ کو ہندی کے مختلف نمونوں کے طور پر پیش کردیتے ہیں اور اُردو والے کھڑی بولی، ہریانی، بانگڑو، پنجابی اور بیجاپوری کو اُردو ہی کی مختلف شکلیں بتاتے ہیں،''قدیم دکنی اور اُردو زبان کا تقابلی مطالعہ''،مشمولہ''اُردونامہ''،شمارہ ۱۸،ص ۸۔

۴۶۔ تفصیلات: فاروقی،ص ۱۴۸۔۱۵۱

۴۷۔ بھوج پوری بہار کے علاوہ اتر پردیش کے علاقوں میں بھی بولی جاتی ہے۔

۴۸۔ شوق، باغ علی،''راجستھانی زبان و ادب''،ص۴۰۔

۴۹۔ بیمز، جان،(Beams John)، 'Outlines of Indian philology and other philological papers' ص۱۴۔

۵۰۔ شوق،محولہ بالا،ص ۳۹۔

۵۱۔ انصاری،عزیز،''اُردو اور راجستھانی بولیاں''،ص ۱۷۹۔

۵۲۔ مملوکہ باغ علی شوق،محولہ بالا،ص۹۔

۵۳۔ شوق،ص۴۰۔

۵۴۔ ایضاً۔

۵۵۔ محولہ بالا۔

۵۶۔ محولہ بالا۔

۵۷۔ انصاری،ص ۱۷۵۔ باگڑی بولی کا ایک دل چسپ نمونہ''لوبھ ماں لابھ نا'' کے عنوان سے بیگم عصمت جعفری نے''اُردونامہ'' کے شمارہ ۲۲ میں مع فرہنگ دیا تھا،ص ۲۷۔۳۴

۵۸۔ شوق،ص ۳۹،۴۰،۴۱۔

۵۹۔ مثلاً قاسم بگھیو نے تھری کو سندھی کے ڈائیلیکٹوں میں شمار کیا ہے ۔ دیکھیے: 'Sociolinguistics of Sindhi'،ص ۳۹؛ نیز میمن عبدالمجید سندھی بھی تھری کو سندھی کی بولیوں میں شمار کرتے ہیں اور اس پر گجراتی اور راجستھانی کا اثر بتاتے ہیں، دیکھیے:''لسانیات پاکستان''،ص ۲۵۵۔۲۶۲۔میمن عبدالمجید سندھی نے سندھی کے تیرہ (۱۳) ڈائیلیکٹ بتائے ہیں اور تھری کے علاوہ'' راجستھانی کا سندھی لہجہ'' بھی ان میں شامل ہے، ایضاً،ص ۲۶۲۔

۶۰۔ شوق،ص ۳۹،۴۱۔

۶۱۔ ایضاً۔

۶۲۔ تفصیلات: انصاری،ص ۱۲۹۔۱۸۸

۶۳۔ ملاحظہ ہو: بریٹن، رولینڈ جے۔ایل، (Breton, Roland J.-L.)، 'Atlas of the languages and communities of South Asia'۔

۶۴۔ بیگ، مرزا خلیل احمد، ''اُردو کی لسانی تشکیل''، ۴۷۔

۶۵۔ سبزواری، شوکت، ''لسانی مسائل''، ۲۶۷۔

۶۶۔ ایضاً۔

۶۷۔ ''دکن میں گجراتی سے'' اس لیے کہ کسی زمانے میں گجرات کا علاقہ بھی دکن میں شامل سمجھا جاتا تھا کیون کہ وہ بھی دکن یعنی جنوب میں واقع ہے۔تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: جونا گڑھی، قاضی احمد میاں اختر، ''مضامین اختر''، ص۳۲، ۳۳۔

۶۸۔ سبزواری، ''لسانی مسائل''، ص ۱۶۷، ۱۷۴، ۱۷۹، ۱۹۰۔

۶۹۔ گیان چند، ''عام لسانیات''، ص۶۸۔

۷۰۔ ایضاً۔

۷۱۔ محولہ بالا۔

۷۲۔ فاروقی، ص۱۹۹۔

۷۳۔ ایضاً۔

۷۴۔ محولہ بالا۔

۷۵۔ محولہ بالا۔ فاروقی نے اس ضمن میں خاصی تفصیلات دی ہیں اور بہت سے فرق بتائے ہیں۔ ملاحظہ ہو: ص ۱۴۸۔۲۴۴

۷۶۔ گیان چند، ''لسانی مطالعے''، ص ۱۰۰۔

۷۷۔ گیان چند، ''عام لسانیات''، ص۶۶؛ نیز بخاری، سہیل، ''تشریحی لسانیات''، ص ۶۹۔

۷۸۔ بخاری، سہیل، محولہ بالا؛ نیز پاریکھ، رؤف، ''دیسی انگریزی''، مشمولہ ''صحیفہ''، لاہور، شمارہ ۱۸۷، ص ۷۹، ۸۰، ۸۷۔

۷۹۔ بخاری، سہیل، ''تشریحی لسانیات''، ص ۶۹؛ نیز گیان چند، ''لسانی مطالعے''، ۱۶۳۔ پونے کی اُردو کی خصوصیات کے لیے: خاں، نصیر احمد، ''اُردو لسانیات''، ص۱۲۴۔۱۳۱

۸۰۔ گیان چند، ''لسانی مطالعے''، ص۱۶۳۔۱۷۰

۸۱۔ کلکتیا اُردو کی تفصیلات اور نمونوں کے لیے ملاحظہ ہو: بھٹا چاریہ، شانتی رنجن، ''بنگال کی زبانوں سے اُردو کا رشتہ''، ص۱۴۲۔۱۶۰؛ نیز عبدالرؤف، ''مغربی بنگال میں اُردو کا لسانیاتی ارتقا''، ص۱۷۳۔۱۷۸؛ نیز خاں، نصیر احمد، ''اُردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ''، ص ۴۹۔۵۷۔

۸۲۔ سرخوش، ''بمبئی کی مشہور زبانیں''، مشمولہ ''ادب، زبان، قواعد (رسالہ ''زمانہ'' کانپور کا انتخاب''، ص۸۰۔۸۶

۸۳۔ پونے کی اُردو کی خصوصیات کے لیے: خاں، نصیر احمد، ''اُردو لسانیات''، ص۱۲۴۔۱۳۱

۸۴۔ سورجا پوری کی خصوصیات کے لیے: عبدالرؤف، محولہ بالا، ص ۱۷۹۔۱۸۰

۸۵۔ دکنی اُردو کی خصوصیات پر خاصا کام ہوا ہے مثلاً دیکھیے: زور، محی الدین قادری، ''ہندوستانی لسانیات''، ص ۱۲۷۔۱۴۲ نیز سروری، عبدالقادر، ''دکنی زبان''، مشمولہ ''اُردو لسانیات''، مرتبہ فضل الحق، ص ۵۶۔۹۲؛ نقوی، حنیف، ''دکنی میں تلفظ اور املا کے بعض مسائل''، مشمولہ ''فکر و تحقیق''، تدریس دکنی ادب نمبر، ص ۹۶۔۱۰۳؛ خاں، نصیر احمد، ''اُردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ''، ص ۳۵۔۴۲

۸۶۔ کشمیری اُردو کی خصوصیات کے لیے: خاں، نصیر احمد، ''اُردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانیاتی مطالعہ''، ص ۶۱۔۶۴۔

۸۷۔ بھوپالی اُردو کی لغت مرتبہ رضیہ حامد ''بھوپالی اُردو'' کے نام سے شائع ہوئی ہے۔ گیان چند نے بھی اس کے کچھ نمونے اور خصوصیات اپنی کتاب ''لسانی مطالعے'' میں دی ہیں، ص۱۶۳۔۱۷۰۔

۸۸۔ بہاری اُردو کی لغت یوسف الدین بلخی نے مرتب کی تھی اور خدا بخش لائبریری جرنل میں چھپی۔

۸۹۔ رام پوری اُردو کی لغت رئیس رام پوری نے ''روہیل کھنڈ اُردو لغت'' کے نام سے شائع کی ہے۔

۹۰۔ ''تشریحی لسانیات''، ص۶۴۔

۹۱۔ نارنگ، گوپی چند، ''اُردو زبان اور لسانیات''، ۲۵۹۔۲۶۱

۹۲۔ ایضاً، ص ۲۶۱۔

۹۳۔ عبدالحق، مولوی، ''خطبات''، بحوالہ صدیقی، آمنہ، ''افکار عبدالحق'' ص۱۵۳۔

۹۴۔ کامران، جیلانی، ''قومی زبان اور علاقائی زبانوں کا رشتہ''، مشمولہ ''منتخبات اخبار اُردو''، مرتبہ عقیل، معین الدین، ص۱۳۴۔۱۳۵۔

۹۵۔ عبدالحق، مولوی، ''خطبات'' بحوالہ صدیقی، آمنہ، محولہ بالا، ص ۱۵۱۔

۹۶۔ عبدالحق، مولوی، ''ادبی تبصرے''، بحوالہ صدیقی، آمنہ، محولہ بالا، ص ۱۵۳۔

۹۷۔ کوثر، انعام الحق، ''قومی نشاں ہمارا قومی زباں ہماری''، مشمولہ ''پاکستانی اُردو: مزید مباحث''، مرتبہ درانی، عطش، ص ۳۶۔۳۷۔

۹۸۔ کوئٹہ کی اُردو کی خصوصیات کے لیے: گل، آغا، ''اُردو کا دبستان کوئٹہ''، مشمولہ ''اخبار اُردو''، جولائی ۲۰۰۴ء، ص ۹۔۱۵

۹۹۔ تفصیلات: ہاشمی، سروش نگار، ''اُردو زبان کی نئی پاکستانی تشکیل''، مشمولہ ''اخبار اُردو''، ص ۱۷۔۲۴۔

۱۰۰۔ درانی، عطش، ''اُردو تدریسیات''، ص ۴۶ نیز ملاحظہ ہو: درانی، عطش، ''پاکستانی اُردو کے خدوخال''۔

کتابیات

۱۔ انصاری، عزیز، ''اُردو اور راجستھانی بولیاں''، کراچی، حرا فاؤنڈیشن پاکستان، ۲۰۰۰ء۔

۲۔ اورینوی، اختر، ''بہار میں اُردو زبان و ادب کا ارتقا: ۱۸۵۷ء تک''، دہلی، ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔

۳۔ بخاری، سہیل، ''تشریحی لسانیات''، کراچی، فضلی سنز، ۱۹۸۸ء۔

۴۔ بخاری، سہیل، ''قدیم دکنی اور اُردو زبان کا تقابلی مطالعہ''، مشمولہ سہ ماہی ''اُردو نامہ''، شمارہ ۱۸، اکتوبر۔دسمبر، کراچی، ترقی اُردو بورڈ، ۱۹۶۴ء۔

۵۔ بریٹن، رولینڈ جے۔ایل، (Breton,Roland J.-L.)، 'Atlas of the languages and communities of South Asia'، دہلی، سیج پبلی کیشن، ۱۹۹۷ء۔

۶۔ بگھیو، ایم۔قاسم، (Bughio, M. Qasim)، 'Sociolinguistics of Sindhi'، جرمنی، لنکم یوروپا، ۲۰۰۱ء۔

۷۔ بلخی، یوسف الدین، ''بہار اُردو لغت''، مشمولہ ''خدا بخش لائبریری جرنل''، پٹنہ، شمارہ ۲۸، ۱۹۸۴ء۔

۸۔ بلوم فیلڈ، لیونارڈ، (Bloomfield, Leonard)، 'Language'، ہولٹ، نیو یارک، رائن ہارٹ اینڈ ونسٹن، ۱۹۶۶ء۔

۹۔ بیگ، مرزا خلیل احمد، ''اُردو کی لسانی تشکیل''، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، طبع سوم، ۲۰۰۰ء۔

۱۰۔ بیمز، جان، (Beams, John)، 'Outlines of Indian philology and other philological papers'، کلکتہ، انڈین اسٹڈیز، طبع نو، ۱۹۶۰ء۔

۱۱۔ بھٹاچاریہ، شانتی رنجن، ''بنگال کی زبانوں سے اُردو کا رشتہ''، لکھنؤ، نصرت پبلشرز، ۱۹۸۹ء۔

۱۲۔ پاریکھ، رؤف، ''دیسی انگریزی''، مشمولہ سہ ماہی ''صحیفہ''، شمارہ ۱۸۷، اکتوبر۔دسمبر، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۲۰۰۶ء۔

۱۳۔ ٹرجل، پیٹر، (Trudgill, Peter)، 'Sociolinguistics:An introduction to language and society'، پینگون بکس، نظر ثانی شدہ اشاعت، ۱۹۸۳ء۔

۱۴۔ جعفری، بیگم عصمت، ''لوبھ ماں لابھ نا: باگڑی بولی کا ایک نمونہ''، مشمولہ سہ ماہی ''اُردو نامہ''، شمارہ ۲۲، دسمبر، کراچی، ترقی اُردو بورڈ، ۱۹۶۵ء۔

۱۵۔ جونا گڑھی، قاضی احمد میاں اختر، ''مضامین اختر''، کراچی، انجمن ترقی اُردو، ۱۹۸۹ء۔

۱۶۔ چومسکی، نوم، (Chomsko, Noam)، 'The Horizons in the study of language and mind'، کیمرج یونیورسٹی پریس، ۲۰۰۰ء۔

۱۷۔ خان، مسعود حسین، ''مقدمہ تاریخ زبان اُردو''، لاہور، اُردو مرکز، پاکستانی اشاعت، ۱۹۶۶ء۔

۱۸۔ خاں، نصیر احمد، ''اُردو کی بولیاں اور کرخنداری کا عمرانی لسانی مطالعہ''، دہلی، ادارۂ تصنیف، ۱۹۷۹ء۔

۱۹۔ خاں، نصیر احمد، ''اُردو لسانیات''، دہلی، اُردو محل پبلیکیشنز، ۱۹۹۰ء۔

۲۰۔ درانی، عطش، ''اُردو تدریسیات''، لاہور، اُردو سائنس بورڈ، ۲۰۰۷ء۔

۲۱۔ درانی، عطش، ''پاکستانی اُردو کے خدوخال''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۸ء۔

۲۲۔ رام پوری، رئیس، ''روہیلکھنڈ اُردو لغت''، پٹنہ، خدا بخش لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

۲۳۔ رضیہ حامد، ''بھوپالی اُردو''، بھوپال، باب العلم پبلیکیشنز، ۲۰۰۶ء۔

۲۴۔ زور، محی الدین قادری، ''ہندوستانی لسانیات''، لاہور، مکتبہ معین الادب، طبع سوم، ۱۹۶۱ء۔

۲۵۔ سبزواری، شوکت، ''اُردو زبان کا ارتقا''، ڈھاکا، گہوارۂ ادب، ۱۹۵۶ء۔

۲۶۔ سبزواری، شوکت، ''داستان زبان اُردو''، کراچی، انجمن ترقی اُردو، اشاعت دوم، ۱۹۸۷ء۔

۲۷۔ سبزواری، شوکت، ''لسانی مسائل''، کراچی، مکتبہء اسلوب، ۱۹۶۳ء۔

۲۸۔ سرخوش، ''بمبئی کی مشہور زبانیں'' مشمولہ ''ادب، زبان، قواعد (رسالہ زمانہ کانپور ۱۹۰۳ء۔۱۹۴۲ء سے انتخاب)''، پٹنہ، خدا بخش لائبریری، ۱۹۹۵ء۔

۲۹۔ سروری، عبدالقادر، ''دکنی زبان'' مشمولہ ''اُردو لسانیات''، مرتبہ فضل الحق، شعبۂ اُردو، دہلی یونیورسٹی، اشاعت دوم، ۱۹۸۱ء۔

۳۰۔ سندھی، میمن عبدالمجید، ''لسانیات پاکستان''، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۹۲ء۔

۳۱۔ شپیرو، مائیکل۔سی (Shapiro, Michael C)، 'Languageand society in South Asia ' دہلی، موتی لال بنارسی داس، ۱۹۸۱ء۔

۳۲۔ شف مین، (Schiffman, Harold)، 'Languageand society in South Asia ' موتی لال بنارسی داس، دہلی، ۱۹۸۱ء۔

۳۳۔ شوق، باغ علی، ''راجستھانی زبان و ادب''، کراچی، راجستھان ادب سبھا، ۱۹۹۲ء۔

۳۴۔ صدیقی، آمنہ (مرتب)، ''افکار عبدالحق''، کراچی، اُردو اکیڈمی سندھ، ۱۹۶۲ء۔

۳۵۔ عبدالرؤف، ''مغربی بنگال میں اُردو کا لسانیاتی ارتقا''، کلکتہ، مغربی بنگال اُردو اکیڈمی، ۱۹۹۷ء۔

۳۶۔ عبدالودود، ''اُردو سے ہندی تک''، کراچی، مجلس فکر و ادب، ۱۹۸۴ء۔

۳۷۔ فاروقی، اظہر علی، ''اتر پردیش کے لوک گیت''، دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، اشاعت دوم، ۱۹۹۸ء۔

۳۸۔ فنیگن، ایڈورڈ، (Finegan, Edward)، 'Language: its structure and use'، ہارکورٹ براس پبلشرز، فورٹ ورتھ، اشاعت سوم، ۱۹۹۴ء۔

۳۹۔ کامران، جیلانی، ''قومی زبان اور علاقائی زبانوں کا رشتہ''، مشمولہ ''منتخبات اُردو'' مرتبہ عقیل، معین الدین، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۱۹۸۸ء۔

۴۰۔ کرسٹل، ڈیوڈ، (Crystal, David)، 'The Cambridge enyclopedia of the English language'، کیمرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۵ء۔

۴۱۔ کوثر، انعام الحق، ’’قومی نشاں ہمارا قومی زباں ہماری‘‘، مشمولہ ’’پاکستانی اُردو: مزید مباحث‘‘، مرتبہ درانی، عطش، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۲ء۔
۴۲۔ گل، آغا، ’’اُردو کا دبستان کوئٹہ‘‘، مشمولہ ماہنامہ ’’اخبار اُردو‘‘، جولائی، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۴ء۔
۴۳۔ گیان چند، ’’عام لسانیات‘‘، دہلی، قومی کونسل برائے فروغ اُردو زبان، اشاعت دوم، ۲۰۰۳ء۔
۴۴۔ گیان چند، ’’لسانی مطالعے‘‘، دہلی، ترقی اُردو بیورو، طبع سوم، ۱۹۹۱ء۔
۴۵۔ متھیوز، پی ایچ، (Matthews, P. H.) 'Linguistics: A very short introduction' اوکسفرڈ، پاکستانی اشاعت، ۲۰۰۵ء۔
۴۶۔ نارنگ، گوپی چند، ’’اُردو زبان اور لسانیات‘‘، لاہور، سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۷ء۔
۴۷۔ نقوی، حنیف، ’’دکنی میں تلفظ اور املا کے بعض مسائل‘‘، مشمولہ ششماہی ’’فکر و تحقیق‘‘، تدریس دکنی ادب نمبر، جنوری۔جون، دہلی، ترقی اُردو بیورو، ۱۹۸۹ء۔
۴۸۔ ہاشمی، سروش نگار، ’’اُردو زبان کی نئی پاکستانی تشکیل‘‘ مشمولہ ماہنامہ ’’اخبار اُردو‘‘، نومبر، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، ۲۰۰۱ء۔
۴۹۔ ہوجن، ای، (Haugen) 'Dialect, language, nation'، مشمولہ 'Sociolinguistics' مرتبہ جے بی پرائڈ اور جینٹ ہومز، (J.B. Pride and Janet Holmes)، پینگون بکس، ۱۹۸۴ء۔
۵۰۔ یول، جارج، (Yule, George)، 'The study of language'، کیمرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۹۳ء۔

o < ------ > o